AL-ILM Journal

Volume 6, Issue 1

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title تفہیمِ قصص میں سیاقِ کلام اور ربطِ آیات کی اہمیت

Author (s): Dr Hajira Mariam
Salma Jabeen

Received on: 19 April, 2022
Accepted on: 05 June, 2022

Published on: 25 June, 2022
Citation: English Names of Authors, "Tafheem e Qasas Main Siyaq e Kalaam awr Rabt E Ayaat ki Ahmiyat", AL-ILM 6 no 1(2022):1-22

Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

تفہیمِ قصص میں سیاقِ کلام اور ربطِ آیات کی اہمیت

ڈاکٹر ہاجرہ مریم*
سلمیٰ جبین**

Abstract

The Holy Quran replicates the stories of different prophets and their nations to convey its message. Certain Questions are floated and criticism is made on this recurrence narration of the stories. Both context and Coherence are essential tools in the understanding of the narrations, but are usually overlooked by those readers who are unable to comprehend the repetitive discourse of the Quran. This article illustrates how Context and Coherence exert a tremendous impact on the understanding of the Quran. In addition, it also highlights that both these features of the Book of Allah reveal that the repeated stories highlight new dimensions and give diverse insights to readers, according to their needs and circumstances. These characteristics of the Quran depict that the Quranic narrations cannot be tagged as tedious repetitive historical tales as they have a contextualized sequence, harmony and coherence.

Key Words: Quran, Context, Coherence, Stories, repetitive.

تعارف

تفہیمِ قصص میں سیاقِ کلام بہت اہم عنصر ہے کیونکہ اسی کی بدولت مذکورہ قصے کی ترتیب، تفہیم اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج واضح ہوتے ہیں۔ بصورتِ دیگر کسی قصے کی افادیت و معنویت کو سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ علمِ تفسیر کی کتب میں جہاں جہاں قصص کا ذکر آیا ہے وہاں سیاقِ کلام کے حوالے سے ضرور بحث شامل کی گئی ہے تاکہ قاری یا سامع کو قصے کے مندرجات سے برابر آگاہی ہوتی رہے اور وہ اسے ایک مربوط واقعے کے طور پر اپنے ذہن میں متشکل کر سکے۔ سیاق کے علاوہ قصص کے بیان میں ربط آیات کو بڑی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اسی کے باعث قصے میں روانی، ارتباط اور دلکشی پائی جاتی ہے اور سامع پوری توجہ سے اس کی طرف ہمہ تن گوش رہتا ہے۔ ورنہ بے ربط چیزوں سے قصہ ناقابل فہم ہوتا ہے اور اس سے ابلاغِ کامل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر کلام میں ربطِ کلام بہت اہم ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر قرآنی آیاتِ قصص میں بھی ربط موجود ہوتا ہے جسے اہلِ تفسیر نے اپنی کتب میں جابجا آشکارا کیا ہے۔

قرآنی قصص کے بارے عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ قصص کو بیان کرنے میں قرآن نے تکرار سے کام لیا

*وزٹنگ فیکلٹی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
**سبجیکٹ سپیشلسٹ، ایسوسی ایشن فار اکیڈمک کوالٹی، لاہور۔

ہے۔ فحوائے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصے تکرار کے ضمن میں نہیں آتے بلکہ ہر قصہ جداگانہ سیاق وربط رکھتا ہے اور ایک ہی قصے کو کئی مقامات پر موقع کی مناسبت اور جدید اسلوب سے بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں چند قصص کے سیاق اور ربط کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ حقیقت واضح ہو سکے کہ قصصِ قرآنیہ اپنے اندر معانی ومفاہیم کے کئی پہلو سمیٹے ہوئے ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

عربی اور اردو کی بنیادی تفاسیر کی کتب میں آیات کی تشریح میں سیاقِ کلام اور ربطِ آیات کے پہلو کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ عربی کی مشہور تفاسیر مثلاً امام رازی کی تفسیر مفاتیح الغیب، ابنِ عاشور کی التحریر والتنویر، تفسیر مراغی، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج،، تفسیر ابی السعود، التفسیر الوسیط للقرآن الکریم، فتح القدیر اور تفسیر شعراوی وغیرہ میں قصصِ قرآنیہ کی توضیح میں ان جہات کا خیال رکھا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اردو کی تفاسیر میں بھی اہلِ تفسیر نے جابجا واضح طور پر قرآن پاک کے ان دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مولانا کاندھلوی کی معارف القرآن، تدبرِ قرآن، تفسیر حقانی اور مفتی شفیع کی معارف القرآن میں اس کے نظائر بکثرت موجود ہیں لیکن تفہیم قصص میں سیاق کلام اور ربط آیات کے موضوع کے حوالے سے کوئی مرتب کتاب یا مقالہ اردو زبان وادب میں موجود نہیں ہے۔

۱) قصہ آدم علیہ السلام وابلیس

یہ قصہ اگرچہ قرآن میں سات مختلف مقامات پر بیان ہوا ہے، لیکن اسے ہر بار جدید اسلوب کا لباس پہنایا گیا ہے۔ یہ قصہ ہر مرتبہ مختلف سیاقِ کلام اور ربطِ آیات کے لحاظ سے نئے انداز میں سامنے آتا ہے۔ قرآن میں واقعات کا دہرانا محض قصہ گوئی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ ایک قصے کو اس کے مختلف پہلوؤں سے نصیحت وعبرت کے لیے بیان کیا گیا ہے۔

حسد وجہ عنادِ یہود

سورۃ البقرہ[1] مدنی سورہ ہے اور اس کے مخاطب زیادہ تر یہودِ مدینہ ہیں۔ انھیں یہ قصہ سنا کر نصیحت کی گئی کہ دیکھو رسول اللہ ﷺ سے تمہاری مخالفت کا سبب غرورِ نسب وجاہ اور حسد ہے۔ اسی چیز نے ابلیس کو گمراہ کیا اور وہ ہمیشہ کے لیے ملعون ومردود ٹھہرا۔ اب اگر تم بھی اُسی طرح غرورِ نسب وجاہ اور حسد کی بنا پر نبی ﷺ کی مخالفت کرو گے تو تمہارا انجام بھی دنیا وآخرت میں بہت برا ہوگا۔ اس قصہ آدم کا سیاق وسباق نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لیے بھی آیا ہے کیونکہ آپؐ کو مخالفتوں کا سامنا تھا۔ اس قصے سے بتا دیا گیا کہ آپؐ کے دشمن ناکام ونامراد ہوں

گے۔ اس واقعے کی اپنے سے ماقبل یہ مناسبت بھی ہے کہ اس سے پہلے زندگی، آسمان وزمین کا ذکر اس غرض کے لیے ہوا کہ یہ سب بندوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ ان نعمتوں سے مستفید ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تنفیذ کے لیے نیابتِ خلافت کے منصب کی پاسداری کریں۔ اس طرح انہیں اللہ عزوجل کی خوشنودی اور رضا حاصل ہو اور وہ دوبارہ جنت کا حق دار قرار پائیں۔

اطاعت کی تاکید

پھر یہی قصہ سورۃ الاعراف[2] میں بالکل نئے سیاقِ کلام میں بیان ہوا ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے اور اس میں قریشِ مکہ کو مخاطب کرکے اُنھیں یہ قصہ سنایا گیا کہ ابلیس کے نقشِ قدم پر نہ چلیں۔ علاوہ ازیں اس سورۃ کے آغاز میں پہلے قرآن پاک اور اس کی پیروی کا ذکر ہوا۔ پھر پہلی قوموں کے بارے میں بتایا کہ جب انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تو ان پر عذاب آیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ نے تمھارے لیے زمین میں بہت سی نعمتیں پیدا کی ہیں جن کا شکر تم پر لازم ہے۔ پھر قصۂ آدم علیہ السلام یاد دلا کر اصل ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ بنی آدم کا رویہ ابلیس کی طرح نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں یہ ترغیب بھی دی گئی کہ اگر کسی وقت بشری تقاضے کی وجہ سے بندے سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح توبہ کرے۔

تخلیق سے خالق پر استدلال

سورہ الحجر[3] میں یہی قصہ نئے ربط اور سیاق کلام کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ سرگزشتِ آدمؑ سے ماقبل اللہ جل جلالہ نے مختلف چیزوں کی تخلیق کا ذکر کیا۔ کائنات کی مختلف مخلوقات کا ذکر کرنے کے بعد انسانی مخلوق کا ذکر کیا ہے اور سب سے پہلے اس کی پیدائش کو بیان کیا کہ کس طریقے سے آدم کی تخلیق ہوئی۔ مزید برآں اس میں کفار کو یہ یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ تمہارے گمراہی کا اصلی سبب وہی غرور و تکبر ہے جس کا اظہار ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کیا تھا۔ لہٰذا انھیں اس فتنۂ ابلیس سے بچنا چاہیے اور اپنی اصلاح کریں۔

اتباعِ شیطان میں کفار کی مخالفت

علامہ شعراوی نے سورہ الاسراء[4] میں سرگزشتِ آدم علیہ السلام کے قصے کے سیاق کلام کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔تکررت قصة سجود الملائكة لآدم عليه السلام كثيراً في القرآن الكريم، و في كل مرة تعطينا الآيات لقطةً معينة، والحق سبحانه في هذه الآية يقول لنا: يجب عليكم أن تذكّروا جيدًا عداوة إبليس لأبيكم آدم، و تذكروا جيداً أنه أخذ العهد على نفسه أمام الله تعالى أن يغويكم أجمعين، فكان يجب عليكم أن تتنبهوا لهذه العداوة، فإذا حدّثكم بشيء فاذكروا عداوته لكم[5] (آدم علیہ

السلام کا قصہ قرآن کریم میں کئی جگہوں پر بیان ہوا ہے، لیکن ہر جگہ پر خاص نکتہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ سبحانہٗ نے ہمیں یہ کہا ہے کہ: تمہارے اوپر لازم ہے کہ ہمیشہ اچھی طرح سے ابلیس کی دشمنی کو یاد رکھو جو اُس نے تمہاری باپ آدم سے روا رکھی۔ یہ بھی یاد رکھو کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ عہد کیا تھا کہ وہ تم سب کو گمراہ کر کے چھوڑے گا۔ اس لیے تمہیں اُس کی اس دشمنی سے آگاہ رہنا چاہیے۔ جب وہ کوئی وسوسہ ڈالے تو اس کی عداوت کو ہمیشہ یاد رکھو)۔ مزید بر آں جب رسول اکرم خاتم النبیّین حضرت محمد ﷺ کو اپنی قوم کی طرف سے سخت پریشانی اور آزمائش لاحق ہوئی تو یہ قصہ بیان کر کے آپؐ کو تسلی دی گئی کہ تمام انبیائے کرام حتی کہ آدم علیہ السلام کو بھی انھی حالات سے سابقہ پیش آیا تھا۔

غرور و تکبر کی مذمت

سورۃ کہف (آیت ۵۰) میں بھی قصہ آدم علیہ السلام کو جداگانہ سیاقِ کلام میں ذکر کیا گیا ہے۔ قصہ ٔ آدمؑ سے ما قبل ایک مشرک شخص کا ذکر آیا ہے جس کے کھجوروں اور انگوروں کے دو باغ تھے۔ اسے اپنے مال و دولت پر غرور و تکبر تھا اور اسے آخرت پر بھی یقین نہ تھا۔ اس کا سبب ابلیس کے وسوسوں کی پیروی تھی۔ اس کے بعد قصہ ٔ آدمؑ لا کر یہ حکمت ظاہر فرمائی گئی کہ انسان کو شیطان کی پیروی نہیں کرنی چاہیے، نہ اپنے مال و دولت پر غرور و تکبر کرنا چاہیے کیونکہ یہ خصلتیں انسان کو دوزخ میں لے کر جانے کے لیے کافی ہیں۔ کفارِ مکہ کو اپنے مال و دولت پر بہت ناز تھا تو ان کو اس قصے سے سمجھایا گیا کہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت نہ کرو ورنہ انجام ابلیس کی طرح ہو گا۔

شیطان سے بچنے کے لیے علم کی ضرورت

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ سورۂ طٰہٰ[6] میں بھی بیان ہوا ہے۔ ان آیات کے باہمی ربط کی نشان دہی کرتے ہوئے صاحب تفسیر نیشاپوری رقم طراز ہیں کہ **و منها أن محمدا صلى الله عليه وسلّم أمر بأن يقول رب زدني علما ثم ذكر عقيبه قصة آدم تنبيها على أن بني آدم مفتقرون في جميع أحوالهم إلى التضرع واللجأ إلى الله حتى ينفتح عليهم أبواب التيسير في العلم والعمل.**[7] (اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو یہ دعا کرنے کا حکم دیا ہے کہ 'رَبِّ زِدنِی عِلْمًا' کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔ اور اب اس کے بعد قصہ ٔ آدم علیہ السلام کا ذکر کیا تا کہ ابن آدم کو تنبیہ ہو کر وہ ہر حال میں اللہ کی طرف عاجزی اور رجوع کرنے اور پناہ چاہنے کے محتاج ہیں تا وقتیکہ اُن پر علم و عمل کے ذریعے آسانی کے راستے نہ کھولے جائیں)۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ شیطان ان کا ازلی دشمن ہے، جس

نے ان کے والدین آدم اور حوا علیہا السلام کو اپنے وساوس کے ذریعے جنت سے نکلوا دیا۔ یہ انسان کی بشری کمزوری ہے کہ اس کے لیے شیطان کے وسوسے سے بچنا مشکل ہے اور اس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کی استعانت کا محتاج ہے۔ اسے علم کی ضرورت ہے تاکہ وہ سہو و نسیان سے محفوظ رہے۔ علاوہ ازیں علم بندے میں عاجزی پیدا کرتا ہے اور یہی اللہ کا اپنے بندے سے تقاضا ہے کہ وہ بغیر تکبر کے علم پر عمل کرتے ہوئے جنت کا مستحق بن جائے۔

قصہ ٔ آدمؑ کو جو مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے تو اس میں موقع اور محل کے لحاظ سے کئی امور کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ کہیں ابلیس کی سرکشی، حسد، تکبر اور عداوت کو بیان کیا گیا تو کہیں آدم علیہ السلام کی توبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ عمومی طور پر ان واقعات میں عبرت کا پہلو ہے کہ انسان ابلیس کی دشمنی سے آگاہ رہتے ہوئے اس کے کردار کی پیروی نہ کرے اور حسد و تکبر کی وجہ سے حق کا انکار نہ کرے۔

۲) سرگزشتِ نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ کئی سورتوں میں آیا ہے اور ہر جگہ اسے بیان کرنے کا مقصد جداگانہ ہے جو سیاق اور ربط جاننے سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ ابو البشر ثانی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی لیکن قوم نے ان کی دعوت کو جھٹلا دیا اور اس کے نتیجے میں وہ نیست و نابود کر دیئے گئے۔

تکذیبِ انبیاء پر عذاب کی وعید

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ پہلی مرتبہ سورۃ الاعراف[8] میں تفصیلی طور پر بیان ہوا ہے۔ اس قصے کا سیاقِ کلام یہ ہے کہ اس سورۃ میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا۔ اس کے بعد اس سے پیدا ہونے والے بعض مباحث کا ذکر کیا گیا جس میں توحید اور آخرت کے مضامین بھی آ گئے۔ پھر نبوت کے سلسلے میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کو بیان کر کے پہلے کے سلسلہ کلام سے جوڑا گیا ہے کیونکہ نوحؑ ہی آدمؑ کے بعد پہلے رسول بنا کر دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ اس کے سیاق کلام میں قریش مکہ کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جو اقوام بھی دینِ حق کی مخالفت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرستادہ انبیاء و رسل کی تکذیب کرتی ہیں تو انہیں دنیا و آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی مثال دی گئی کہ انھوں نے یہی روش اختیار کی اور اپنے برے اعمال کے نتیجے میں طوفان میں غرق ہوئے۔ اب اگر یہی وطیرہ مشرکین قریش اختیار کرنا چاہتے ہیں تو ان کا انجام بھی قومِ نوح علیہ السلام سے کچھ مختلف نہ ہو گا۔

اہلِ حق اور اہلِ باطل میں عدمِ مساوات

سورۂ ھود[9] میں دگرگوں سیاق و ربط کے ساتھ اس قصے کا ذکر آیا ہے۔ اس واقعے سے قبل بینا اور نابینا، سننے اور نہ سننے والے بہرے شخص کا فرق ظاہر کیا کہ یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ پھر اسی مضمون کی تائید اور تاکید کے لیے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا حصہ بیان کیا گیا جس میں واضح کیا گیا کہ مومنین اور کفار برابر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو عذاب سے نجات دی اور کفار کو طوفان میں غرق کر دیا۔

کفرانِ نعمت کا وبال

سورۂ المومنون (آیات ۲۳ تا ۳۲) میں حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کی قوم کا قصہ آیا ہے۔ وہاں کی آیات کے ربط کی نشان دہی کرتے ہوئے 'التفسیر المنیر' کے مصنف لکھتے ہیں۔ الارتباط بين هذه الآيات و بين ما قبلها جار على وفق العادة في سائر الآيات، بذكر قصص الأنبياء بعد بيان أدلة التوحيد، والقصد هو بيان كفران الناس بعد تعداد النعم المتلاحقة عليهم، وما حاق بهم من زوالها.[10] (دوسری تمام آیات کی طرح ان آیات میں اور ان سے پہلی آیات کے درمیان ربط پایا جاتا ہے۔ توحید کے دلائل بیان کرنے کے بعد انبیاء کے واقعات کا ذکر آیا ہے اور اس کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دے رکھی تھی۔ ان کے کفرانِ نعمت اور ناشکری کی وجہ سے وہ اُن سے چھین لی گئیں)۔ جب بندے سرکشی کرتے ہیں اور انبیاء کو جھٹلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت والی چیز کو ان کے لیے زحمت بنا دیتا ہے جیسا کہ پانی ایک نعمت ہے لیکن یہی پانی قومِ نوح کی ناشکری کی وجہ سے ان کی ہلاکت کا سبب بنا۔

نبی ﷺ کی تسلی و تشفی

سورۂ الشعراء[11] میں حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کی قوم کا قصہ اس سیاق کلام میں وارد ہوا ہے کہ اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا جس میں اُن کی قوم کا اُن سے سلوک، ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے قوم کو توحید کی دلیلیں دینے اور اُس پر حجت قائم کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر نوحؑ کا قصہ بیان ہوا ہے۔ سورۃ الشعراء اور دیگر سورتوں میں نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے میں یہ حکمت و مصلحت بھی مستور ہے کہ ان کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی تسلی و تشفی مقصود تھی۔ ان قصص سے سننِ الٰہیہ معلوم ہوتی ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ عذاب سے بچا لیتے ہیں اور جھٹلانے والوں کو نشانِ عبرت بنا دیا جاتا ہے۔

نافرمان قوموں کا انجام

سورۂ الصافات[12] میں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اس اجمال کی تفصیل ہے جو اس واقعے سے قبل اختصار

کے ساتھ بیان ہوئی کہ پہلی قوموں کے پاس بھی رسول بھیجے گئے مگر انہوں نے ان کو جھٹلایا اور عذابِ استیصال کا شکار ہوئیں۔ اسی اجمال کی تفصیل کے طور پر اس مقام پر نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا جس کا مقصد نافرمانوں کے برے انجام کا ظاہر کرنا ہے تاکہ مشرکینِ مکہ ان کے اس انجام سے سبق حاصل کریں۔ اس قصے کے سیاق و ربط کی وضاحت میں ابو السعود العمادی نے لکھا ہے کہ **ولقد نادانا نوح فلنعم المجیبون(۷۵) 'و لقد نادانا نوح' نوع تفصيل لما أجمل فيما قبل ببيان أحوال بعض المرسلين و حسن عاقبتهم متضمن لبيان سوء عاقبة بعض المنذرين حسبما أشير إليه بقوله تعالى فانظر كيف كان عاقبة المنذرين كقوم نوح آل فرعون و قوم لوط و قوم إلياس."** [13] (اور یقیناً حضرت نوح علیہ السلام نے ہمیں پکارا۔ پس ہم بہترین جواب دینے والے ہیں۔(۷۵) اور یقیناً حضرت نوح علیہ السلام نے ہمیں پکارا کی تفصیل کی نوعیت یہ ہے کہ اس سے قبل جب چند رسولوں کے واقعات اور اُن کے اچھے انجام کو بیان کیا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ بعض نافرمانوں کے بُرے انجام کا بھی ذکر کیا جائے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پس دیکھو اُن لوگوں کا کیا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، آلِ فرعون، قومِ لوط اور قومِ الیاس)

سرگزشتِ نوح علیہ السلام سے اس امر کی صراحت ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید میں کسی بھی مضمون کو محض تکرار کے لیے بیان نہیں کیا جاتا۔ قرآن حکیم میں بطور تذکرہ و تذکیر اور تلوین و تنوع کسی جگہ پر قصے کے ایک پہلو کا ذکر کیا جاتا ہے تو دیگر مقامات پر قصے کے مختلف زاویوں کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ نوح علیہ االسلام کا قصہ مختلف سورتوں میں موقع محل کے مطابق لایا گیا ہے۔ کہیں نبوت و رسالت کی دلیل کے طور پر، کہیں نبیوں کو جھٹلانے والے لوگوں پر عذاب آنے کے مضمون کو بیان کیا گیا تو کہیں اہلِ حق اور اہلِ باطل کے فرق کو ظاہر کرنے کے لیے اس قصے کو دہرایا گیا ہے۔

۳) حکایتِ ابراہیم علیہ السلام

اس سے پہلے کے قصوں میں اس حقیقت کو نمایاں کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں وارد ہونے والا ہر قصہ نئے رنگ ڈھنگ اور آہنگ سے جلوہ افروز ہوتا ہے اور وہ اپنے سیاقِ کلام اور ربطِ آیات میں مخصوص حکمت و مصلحت کا حامل بھی ہوتا ہے جس کے باعث اس میں تازگی و شگفتگی کے علاوہ خاص مقصدیت کار فرما ہوتی ہے۔ اب یہی صورتِ حال حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قصے میں نظر آتی ہے۔ یہ قصہ کئی مقامات پر آیا ہے لیکن ہر سورہ میں اس کا تذکرہ فصاحت و بلاغت اور اپنے سیاق، ربط، مقصد اور ہدف کے اعتبار سے بالکل نئے پیرہن سے مزین و آراستہ ہوتا ہے۔

مشرکین اور اہلِ کتاب کو ملتِ ابراہیمی کی دعوت

سورۃ البقرۃ[14] میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے عقائد و اعمال کی خرابیاں بیان کیں۔ پھر یہ باب اسی بات پر ختم کیا، جہاں سے شروع کیا تھا کہ اے بنی اسرائیل! میری نعمتوں کو یاد کرو، جو میں نے تمہیں عطا کیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا جس کے کئی مقاصد ہیں۔ ایک حکمت یہ ہے کہ تحویلِ قبلہ کے بارے میں یہود کے جھگڑے اور تشکیک کا ازالہ ہو۔ ان پر واضح کر دیا گیا کہ کعبہ جو مسلمانوں کا قبلہ ہے، ابراہیم علیہ السلام کا ہی بنایا ہوا ہے۔ اس قصے کو بیان کرنے میں یہ حکمت بھی پنہاں ہے کہ یہودی اس بات پر جھگڑتے تھے کہ وہ دنیا کی منتخب قوم ہیں اور اُن کے خاندان کے سوا کسی اور قوم میں کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو اہلِ عرب اور ابراہیم علیہ السلام کے باہمی تعلق کو بیت اللہ کے ذریعے واضح کیا گیا۔ یہود جن کا دعویٰ تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ یہ ہمارے خاندان سے نہیں تو ان کے اس دعوے کو بھی رد کر دیا گیا۔ اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے میں یہ حکمت و مصلحت بھی ہے کہ مشرکینِ عرب جو اپنی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جوڑتے تھے تو ان کو بھی بتا دیا گیا کہ تم اصل ابراہیمی دین سے ہٹ چکے ہو۔ اصل دینِ ابراہیمی کے پیروکار اب نبی محمد ﷺ ہیں لہٰذا ان پر ایمان لاؤ۔

مشرکین پر اتمام حجت

پھر یہی قصہ سورۃ الانعام[15] میں بھی مذکور ہوا ہے اور جن آیات میں یہ قصہ آیا ہے، اُن کے باہمی ربط اور مناسبت کے بارے میں 'التحریر و التنویر' کے مصنف رقم طراز ہیں کہ **عطف على الجمل السابقة التي أولاها وكذب به قومك وهو الحق (الانعام:٦٦) المشتملة على الحجج والمجادلة في شأن إثبات التوحيد و إبطال الشرك، فعقبت تلك الحجج بشاهد من أحوال الأنبياء بذكر مجادلة أول رسول أعلن التوحيد و ناظر في إبطال الشرك بالحجة الدامغة والمناظرة الساطعة، ولأنها أعدل حجة في تاريخ الدين إذ كانت مجادلة رسول لأبيه ولقومه، وكانت أكبر حجة على المشركين من العرب بأن أباهم لم يكن مشركا ولا مقرا للشرك في قومه، و أعظم حجة للرسول صلّى الله عليه وسلّم إذ جاءهم بالإقلاع عن الشرك**[16] (یہ سابقہ جملوں پر عطف کیا ہے جن کا آغاز 'و كذب به قومك وهو الحق' ہے "اور (اے نبی!) تمہاری قوم نے اس (قرآن) کو جھٹلایا حالانکہ وہ بالکل حق ہے" اور وہ آیات توحید کے اثبات اور شرک کو رد کرنے کی دلیلوں اور بحث پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ اُن دلیلوں کے آخر میں ایک شاہد جو کہ انبیاء علیہم السلام کے حالات میں ایک حالت کا ذکر کیا ہے اور

بحث و تکرار اس بات پر کہ سب سے پہلے رسول جس نے توحید کا اعلان کیا اور شرک کو باطل قرار دینے کے لیے مضبوط دلیل کے ساتھ مناظرہ کیا۔ دین کی تاریخ میں وہ منصفانہ دلیل تھی جبکہ وہ مناظرہ تھا ایک رسول کا اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی قوم کے ساتھ۔ یوں یہ مشرکین عرب کے لیے سب سے بڑی حجت تھی، اُن کا باپ نہ مشرک تھا اور نہ اپنی قوم کے لیے شرک کو پسند کرنے والا۔ پھر یہ حضرت محمد ﷺ کے لیے سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ شرک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے آئے ہیں)۔ مشرکینِ عرب ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جدِ امجد مانتے تھے تو اس مقام پر ان پر حجت قائم کرنے کے لیے یہ قصہ سنایا گیا تاکہ وہ شرک سے باز آئیں اور عقیدہ توحید اختیار کریں۔

آباء پرستی کی مذمت

سورۂ ابراہیم[17] میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کی مناسبت گزشتہ آیات سے یہ ہے کہ اس سے پہلے توحید کے دلائل بیان کیے گئے۔ پھر نبی کے ذریعے مشرکینِ مکہ کی حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا کہ وہ توحید کے واضح دلائل کی موجودگی میں شرک کرتے ہیں۔ اب اسی سلسلے میں اُن کے بزرگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے یہ دعا کی تھی کہ خدایا! اس شہر مکہ کو امن والا شہر بنا دے۔ ان کی اولاد کو بت پرستی سے بچانا۔ انھوں نے اپنی ایک اولاد کو بھی اسی بیت الحرام کے پاس اس لیے آباد کیا تاکہ وہ یہاں ایک اللہ کے لیے نماز پڑھیں جو کہ سب سے افضل عبادت ہے۔ اس لیے ابراہیم علیہ السلام کا حوالہ دے کر مشرکینِ قریش کی اس دلیل کو بھی رد کیا گیا ہے جو وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے باپ دادا کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ تو ان کو کہا جا رہا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے باپ دادا کی سچی پیروی کرنی ہے تو اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اُسوہ کی پیروی کریں اور توحید کو اختیار کریں۔ ان کو کو یہ جتلایا گیا ہے کہ اُن کے جدِ امجد ہی کی دعوت کو حضرت محمد ﷺ لے کر اُٹھے ہیں اور یہ دینِ ابراہیم کی تجدیدی دعوت ہے لیکن تم حضرت محمد ﷺ د کی نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہو۔

دعوتِ حق کی کامیابی کی تاریخی دلیل

سورۃ الانبیاء[18] میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بیان ہوا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں دین کی دعوت دے رہے تھے تو کفارِ مکہ سمجھتے تھے کہ وہ کامیاب ہوں گے اور آپ ناکام ہوں گے۔ لہٰذا ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم بھی یہی سوچ رکھتی تھی۔ انہوں نے اپنی کامیابی کے زعم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تاکہ ان کی دعوت کا خاتمہ کر دیں۔

لیکن اللہ سبحانہٗ نے نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچایا بلکہ ان کی دین کی دعوت کو عروج بھی دیا۔ مشرکینِ مکہ پر واضح کر دیا گیا کہ یہی معاملہ ان کے ساتھ ہو گا۔ اس طرح اس واقعے کو بیان کر کے قومِ ابراہیم اور قریشِ مکہ کا تقابل کیا گیا اور اس میں دعوتِ حق کی کامیابی اور شرک کی علمبردار قوتوں کی ناکامی کا تاریخی ثبوت بھی ہے۔ سورۃ الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کے سیاقِ کلام کو واضح کرتے ہوئے علامہ طنطاوی رقم طراز ہیں۔ **وهنا تحدثنا سورة الأنبياء عن جانب من قوة إيمانه۔ عليه السلام و من سلامة حجته و من تصميمه على تنفيذ ما يرضى الله تعالى بالقول والعمل.**[19] (ادھر ہم نے سورۃ الانبیاء میں اُن کی قوتِ ایمانی، دلیل کی مضبوطی اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر قولی اور عملی تنفیذ کرنے کا ذکر کیا ہے۔)

آزمائشوں پر صبر و استقامت

سورۃ الصافات[20] میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آیا ہے۔ یہ قصہ انبیائے کرام کے پیغامات کے درمیان مضبوط اور گہرے ربط کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سورۃ میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ قدرے تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ ابرہیم علیہ السلام نے دلیل کے ساتھ شرک کی تردید کی لیکن قوم نہ مانی اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا۔ اللہ عزوجل نے اس آگ کو نہ صرف ٹھنڈا کر دیا بلکہ اسے سلامتی والا بنا کر ابراہیم علیہ السلام کو قوم کے ناپاک منصوبے سے بچالیا۔ اس واقعے میں اللہ کی رحمت اور نصرت ظاہر ہوتی ہے اور جھٹلانے والوں کے لیے عذاب اور عبرت ناک سزا ہے۔ دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کا ہے۔ اس میں بھی بیک وقت ایمان، آزمائش، صبر، فرمانبرداری اور قربانی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ کئی مقامات پر وارد ہوا ہے۔ کہیں کفارِ مکہ پر اتمامِ حجت کیا گیا تو کہیں اہلِ کتاب کو سمجھایا گیا کیونکہ عرب میں رہنے والے تمام ادیان انہیں اپنا روحانی پیشوا مانتے تھے۔ پھر ان کے قصے کو بار بار بیان کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کے لیے نہ صرف تسلی کا پہلو موجود ہے بلکہ اس میں براہیم علیہ السلام کے طریقے کی پیروی کا حکم بھی پایا جاتا ہے۔

۴) واقعہٗ شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مشرک اور تجارت پیشہ تھی۔ ناپ تول میں کمی کرتی اور رہزنی کا ارتکاب کرتی تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو ان برائیوں سے منع کیا مگر قوم شرک و نافرمانی پر اڑی رہی۔ اس کے

نتیجے میں انہیں زلزلے سے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ موقع و محل کی مناسبت سے ہر جگہ نئے مقصد کے ساتھ اعلیٰ فصاحت و بلاغت کے پیرائے میں جلوہ گر ہوا ہے۔

نافرمان قوموں میں اشتراک

سب سے پہلے یہ قصہ سورۃ الاعراف[21] میں آیا ہے۔ سورۃ الاعراف میں سخت تنبیہ اور انذار کا اسلوب پایا جاتا ہے۔ اس سورۃ میں توحید، آخرت اور بالخصوص نبوت و رسالت کے عقیدے پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا قصہ آیا ہے اور اس کو بیان کرنے کی حکمت یہ ہے کہ خصوصی طور پر قریشِ مکہ اور عمومی طور پر تمام لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جو قومیں انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کرتی ہیں تو ان سب کا انجام ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ اس سورۃ میں کئی قوموں کے قصے مذکور ہیں جن کو تاکید کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انسان ان نافرمان قوموں کے برے انجام سے سیکھے۔

نبی اکرم ﷺ، سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی

سورۃ ھود[22] میں حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعے سے پہلے نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ذکر ہوا اور رب العالمین کی طرف سے آپ ﷺ کی رسالت کو ثابت کیا گیا اور بتایا گیا کہ قرآن رحمان و رحیم کی طرف سے وحی کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نبیوں کے قصص بیان ہوئے تاکہ قومِ قریش کو معلوم ہو کہ محمد ﷺ کوئی نرالے رسول نہیں ہیں بلکہ اُن کی بعثت بھی پہلے نبیوں کی طرح ہوئی ہے جو توحید کی دعوت دیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کی قوم کا حال بھی پہلے انبیاء اور اُن کی قوموں جیسا ہے۔ شعیب علیہ السلام کی قوم مشرک تھی۔ یہ لوگ تجارت پیشہ اور دولت مند تھے لیکن اس کے باوجود تجارتی امور میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے۔ ان کو دعوتِ توحید دی گئی لیکن یہ کفر و شرک پر اڑے رہے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے سچے نبی کی تکذیب کی بلکہ ان کو قتل کرنے کی بھی دھمکی دے دی۔ اسی طرح قریشِ مکہ بھی قومِ شعیب کی طرح تجارت کے پیشے سے منسلک تھے اور یہ بھی اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے مسلسل آپ کا انکار کر رہے تھے۔ اس قصے سے ان کو باور کرایا گیا کہ نبی ﷺ سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہیں، ان کی دعوت پر لبیک کہو تاکہ تمہیں امن و سلامتی حاصل ہو۔ اگر وہ قومِ شعیب والا رویہ اختیار کریں گے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور عذابِ الٰہی کا شکار ہو جائیں گے۔

اثباتِ رسالت

سورۃ الحجر[23] میں جہاں حضرت شعیب علیہ السلام اور اُن کی قوم کا قصہ مذکور ہوا ہے وہاں اس کے ربط کو نمایاں

کرتے ہوئے مولانا ادریس کاندھلوی نے تحریر کیا ہے کہ "اوپر کی آیتوں میں قومِ لوط پر عذاب نازل ہونے کا ذکر تھا۔ اب اصحاب ملائکہ اور اصحاب حجر کے عذاب کا ذکر کرتے ہیں۔ مقصود سب سے تحقیق رسالت ہے کہ جو نبی کو نہ مانے وہ مستحق عذاب ہے۔"[24] اس سورۃ میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ اجمالاً آیا ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اثبات ہے اور اس کے علاوہ اس میں ان کے لیے تسلی کا پہلو بھی ہے کہ آپؐ کے مخالفین بھی اسی طرح ناکام ہوں گے جیسے پچھلے انبیاء کے مخالفین ہوئے تھے۔ اس میں قریشِ مکہ کے لیے سبق ہے کہ وہ ان مفسدین کی روش سے اجتناب کریں، جن کا انجام ہلاکت و بربادی ہے۔

تثبیتِ قلب

سورۃ الشعراء[25] میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد وارد ہوا ہے۔ اس میں اللہ کے رسول ﷺ کے لیے تسلی ہے کیونکہ آپؐ اپنی قوم کی بے رخی کی وجہ سے غمگین تھے۔ شعیب علیہ السلام کے علاوہ دیگر واقعات سے آپ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہمیشہ سے باطل قوتوں نے حق کی مخالفت کی ہے۔ اس لیے قریشِ مکہ اگر مخالفت کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس قصے کو بیان کرنے میں ان تمام لوگوں کے لیے تنبیہ ہے جو نبی کی تکذیب کرتے ہیں اور حق کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

راہِ حق میں آزمائش ناگزیر

سورۃ العنکبوت (آیات ۳۶ تا ۳۷) میں حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کی قوم کے قصے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کا مختصر قصہ اس مناسبت سے بیان ہوا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اور اہلِ ایمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کی طرح عذاب سے نجات دی تھی۔ اس میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ راہِ حق میں آزمائشیں لازم و ملزوم ہیں۔ دین کے معاملے میں محنت و مشقت اٹھانی پڑے گی جیسے حضرت شعیب علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے حق تبلیغ ادا کرنے میں محنت کی لیکن قوموں نے ضد و عناد میں اپنے انبیاء کی تکذیب کی جس کے نتیجے میں وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

قرآن مجید میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ کہیں اجمال کے ساتھ اور کہیں تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ قرآن پاک کا یہ اعجازِ بیان ہے کہ وہ ایک ہی قصے کو مختلف جگہوں پر الگ الگ انداز سے بیان کرتا ہے اور اس میں تکرار کی اکتاہٹ نہیں ہوتی بلکہ ہر مرتبہ ہر قصہ نئی تازگی اور آب و تاب کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی سرگزشت میں مذکورہ تمام پہلو پائے جاتے ہیں۔

۵)احوالِ موسیٰ علیہ السلام و قوم بنی اسرائیل

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم بنی اسرائیل کا قصہ تمام قصص القرآن میں سب سے زیادہ طویل اور جامع ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے بھائی ہارون علیہ السلام کو پہلے فرعون اور اُس کے درباریوں کی طرف بھیجا گیا مگر انہوں نے دونوں کو جھٹلایا۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو سمندر میں غرق کر دیا۔ یہ دونوں نبی اپنی قوم بنی اسرائیل کی مسلسل اصلاح کرتے رہے، مگر ان کی اکثریت نعمتوں کی ناشکری، احکام کی خلاف ورزی اور جہاد سے روگردانی کرتی رہی۔ قرآن کی کسی سورت میں جہاں بھی یہ قصہ آیا ہے،وہاں وہ مخصوص سیاق اور ربط کے ساتھ وارد ہوا ہے۔

دعوتِ ایمان

سورۃ البقرۃ[26] پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اور مدینہ میں یہودی قبائل آباد تھے اور خیبر وغیرہ میں بھی یہودی آبادیاں موجود تھیں۔ یہ نبیوں اور آسمانی کتابوں سے واقف تھے۔ ان کے مقابلے میں مشرکینِ عرب کو 'اُمیون 'یعنی اَن پڑھ لوگ کہا جاتا تھا کیونکہ ان کے پاس کوئی آسمانی یا الہامی کتاب موجود نہ تھی۔ اس سورۃ میں یہودیوں کا تذکرہ سب سے پہلے اس لیے ہوا کہ اہلِ کتاب سب سے پرانی قوم ہے اور اسلام دشمنی میں بھی سب سے زیادہ سخت ہے۔ اس قصے میں بنی اسرائیل کے جرائم کو گنواتے ہوئے ان تمام نعمتوں اور احسانات کا ذکر بھی تفصیل سے کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی تھیں۔ ان کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ شکر گذاری کا رویہ اختیار کرتے ہوئے قرآن اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں۔ گویا اس قصے میں بنی اسرائیل کو ایمان لانے کی ترغیب بھی دی گئی کہ تم اہلِ کتاب ہو اور تم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر دوسروں سے پہلے ایمان لاؤ۔

اس قصے سے قبل آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصے کا تذکرہ کیا گیا ہے جس میں ابلیس کے رویے کی نشاندہی کی گئی کہ اس نے اپنے حسد اور تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور اس کے نتیجے میں وہ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا گیا تاکہ مدینہ کے اہلِ یہود پر واضح کر دیا جائے کہ اگر وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت اور قرآن کا انکار اپنے حسد و تکبر کی وجہ سے کریں گے تو ان کا انجام بھی ابلیس جیسا ہو گا۔ اس قصے میں یہ حکمت بھی مستور ہے کہ نبی حضرت محمد ﷺ کے لیے یہ سبق تھا کہ صبر و تحمل سے کام لینا ضروری ہے کیونکہ پہلی قومیں بھی اپنے نبیوں کو جھٹلاتی اور ان کی نافرمانی کرتی رہی ہیں۔ پھر اس میں مسلمانوں کو یہودیوں کی سرکشی اور نافرمانی کے رویّے سے بچنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ اس طرح یہ قصہ اپنے مختلف سیاق کے ساتھ اس

سورۃ میں بیان ہوا ہے۔

یہودیوں کی ہٹ دھرمی کی مذمت

سورۂ المائدہ [27] میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا آیا ہے۔ اس کے سیاق کی نشان دہی کرتے ہوئے تفسیر 'معالم العرفان' کے مصنف لکھتے ہیں۔ ''ابتدائے سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ایفائے عہد کی تلقین کی تھی اوفو بالعقود اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ عہد صرف تمہیں سے نہیں لیا گیا بلکہ تم سے پہلے بنی اسرائیل سے بھی عہد لیے گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توسط سے ان میں سے بارہ نقیب مقرر کیے گئے بنی اسرائیل کے بارہ خاندانوں کے لیے ایک ایک نقیب تھا، جو اپنے قبیلے کی نگرانی اور حفاظت کا ذمہ دار تھا۔''[28] بنی اسرائیل پر اتمامِ حجت کرنے کے بعد اُن کے لیے نبی ﷺ کی رسالت کا اثبات کیا گیا اور بنی اسرائیل کے حالات و واقعات کو بیان کیا گیا۔ اس سے نبی ﷺ کو اس بات سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ یہودیوں کی طرف سے آپؐ کی دعوتِ حق کے انکار کی عادت انہوں نے اپنے اسلاف سے پائی ہے۔ انہوں نے آپؐ کی دعوت کا جو انکار کیا ہے تو وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

مشرکینِ مکہ کے لیے وعید

سورۂ الاعراف [29] میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم بنی اسرائیل کے قصے سے پہلے اقوامِ عرب کے قصص و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس سورۃ میں دیگر قصوں کی نسبت تفصیل سے آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات گزشتہ مذکورہ نبیوں سے زیادہ قوی تھے اور ان کی قوم کی جہالت بھی زیادہ نمایاں تھی۔ اس کے علاوہ تمام قصص الرسل میں ان کا قصہ نبی اکرم ﷺ کے حالات و واقعات سے مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کے طور پر کتابِ توریت دی گئی تو آپؐ کو قرآن دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کے ساتھ مصر سے فلسطین کی طرف ہجرت کرنی پڑی تو آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے متکبر اور دولت مند حکمران سے واسطہ پڑا تو آپؐ کو بھی قریش کے متکبر اور دولت مند سرداروں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ حضرت موسیٰ طویل جہد وجہد کے بعد اپنے مخالفین پر غالب آئے تو آپؐ کے بھی مخالفین مغلوب ہوئے۔ اس قصے میں قریشِ مکہ کے لیے تنبیہ اور وعید تھی کہ تم دولت اور اقتدار کے سہارے نبی کی مخالفت نہ کرو۔ تم سے پہلے یہی روش فرعون کی تھی لیکن اسے اللہ جل جلالہ نے نشانِ عبرت بنا دیا۔ لہٰذا تم اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔

غلبۂ حق اور مغلوبیتِ باطل

سورۂ یونس[30] میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم بنی اسرائیل (یہود) کے واقعے کے سیاق کو واضح کرتے ہوئے الدکتور وھبہ زحیلی نے اپنی کتاب 'التفسیر المنیر' میں تحریر فرماتے ہیں۔ **هذه هي القصة الثانية المذكورة في سورة يونس، و هي قصة موسى و هارون مع فرعون و ملئه، و قد تكرر ذكرها في القرآن للدّلالة على أن قوة الحق و صوت النبوة يعلوان الملك و الحكم والسلطان، و يقوضان العروش، و يزيلان دعائم الباطل. و هذا هو الفصل الأول من القصة و هو الحوار بين موسى و فرعون.**[31] (یہ دوسرا قصہ ہے جو سورۂ یونس میں بیان ہوا ہے۔ یہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور فرعون اور اس کے درباریوں کا قصہ ہے۔ اس قصے کو قرآن نے بار بار بیان کیا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ کی قوت اور نبوت کی آواز ہمیشہ بادشاہی، حکومتر اور سلطنت پر غالب آتی ہے۔ تخت و تاج گرا دیتی ہے، باطل کے اڈوں کو مٹا دیتی ہے۔ اب یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان گفتگو کے قصے کی پہلی فصل ہے)

اطمینانِ قلب

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تصریف کے انداز میں سورہ طٰہٰ[32] میں بھی مذکور ہے۔ اس قصے کی مناسبت اور ربط ما قبل سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت بیان فرمائی۔ پھر آپ ﷺ کے قلب مبارک کو تقویت پہنچانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا۔ جیسا کہ امام رازی نے لکھا ہے۔ **اعلم أنه تالى لما عظم حال القرآن و حال الرسول فيما كلفه أتبع ذلك بما يقوى قلب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم من ذكر أحوال الأنبياء عليهم السلام تقوية لقلبه في الإبلاغ كقوله: و كلا نقص عليک من أنباء الرّسل ما نثبت به فؤادک (هود: ١٢٠) و بدأ بموسى عليه السلام لأن المحنة والفتنة الحاصلة له كانت أعظم ليسلي قلب الرسول صلّى الله عليه و سلّم بذلک و يصبره على تحمل المكاره**[33]. (جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت بیان کی تو اُس چیز کا بھی ذکر کیا جو حضور ﷺ کے دل کو تقویت پہنچائے اور وہ تھی انبیاء علیہم السلام کے احوال کا تذکرہ جیسے فرمایا: "اے نبیؐ! دوسرے پیغمبروں کے حالات ہم آپؐ کو سنا رہے ہیں تاکہ ہم آپؐ کا دل مضبوط کریں (ہود: ۱۲۰) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے آغاز کیا اس لیے کہ اس میں جس مصیبت اور آزمائش کا ذکر ہے وہ حضور ﷺ کے دل مبارک کو بڑا حوصلہ اور تسلی دینے والی چیز تھی، تاکہ اسی کی پیروی کرتے ہوئے وہ اُن ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرسکتے تھے جو اُن کو کفار مکہ کی طرف سے پیش آتی تھی۔)

معجزات کے ذریعے اتمامِ حجت

سورۂ بنی اسرائیل (آیات ۲ تا ۸، ۱۰۱ تا ۱۰۴) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر دگرگوں سیاق کے ساتھ آیا ہے۔ اس سورۃ کے آغاز میں رسول اکرم حضرت محمد ﷺ پر عظیم نعمت معراج کے سفر کا ذکر کیا گیا۔ یہ ایک عجیب سفر تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جو نشانیاں دکھانی تھیں وہ دکھائیں۔ پھر مناسب ہوا کہ اللہ تعالیٰ دوسرے انسانوں پر کیے گئے احسانات کا بھی ذکر کرے۔ چونکہ نبوت ورسالت بندوں پر ایک عظیم نعمت ہے جس سے اُنہیں ہدایت ملتی ہے اور وہ اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف آتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی توریت ان اہل کتاب کے لیے بھی مستقل شریعت تھی جو نبی کریم ﷺ کے معاصرین میں سے تھے یعنی یہود و نصاریٰ، لہٰذا اس کا ذکر کیا گیا۔

اس سورۃ میں پھر مختصراً حضرت موسیٰ علیہ اسلام اور ان کے نو معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے قبل کفارِ مکہ کے عجیب و غریب مطالبات کو بیان کیا گیا اور ان کو جواب دیا گیا کہ ان کے پاس قرآن کا معجزہ آچکا ہے، لہٰذا اس پر ایمان لاؤ۔ لیکن یہ لوگ مادی اور محسوس معجزات کا مطالبہ کرتے رہے اور ایمان نہ لائے۔ اس پر انہیں قومِ فرعون کی مثال دی گئی کہ ان کو نو مختلف معجزات دکھائے گئے لیکن وہ پھر بھی وہ قوم ایمان نہ لائی۔ اس میں کفارِ قریش کو تنبیہ کی گئی کہ اگر وہ قرآن کے معجزے کا انکار کریں گے تو قومِ فرعون کی طرح ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

العزیز اور الرحیم صفات کی جلوہ گری

سورۂ الشعراء[34] میں بھی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور اُن کی قوم بنی اسرائیل کا قصہ قدرے تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ اس قصے سے پہلے مشرکین کا مخالفانہ طرزِ عمل بتایا گیا جو وہ نبی ﷺ کے ساتھ اختیار کیے ہوئے تھے۔ مشرکینِ مکہ کی ہٹ دھرمی اور سرکشی فرعون کے مشابہ تھی۔ لہٰذا مناسب تھا کہ ان کی حالت اور فرعون کی حالت کی یکسانی کو ظاہر کیا جائے تاکہ مشرکین یہ جان لیں کہ ان ظالموں کا انجام بھی فرعون، ہامان اور قارون کی طرح ہو گا۔ اس سورۃ میں ہر قصے کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفات کا اظہار کیا ہے۔ ایک **العزیز** اور دوسری **الرحیم**۔ العزیز کی صفت سے واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان لوگوں کے لیے زبردست اور طاقتور ہے جو اس کے نبیوں کی مخالفت کرتی ہے اور دعوتِ حق کو جھٹلاتی ہے۔ اللہ جل جلالہ اپنے دشمنوں کو پکڑنے اور سزا دینے پر مکمل قادر ہے۔ اس کے ساتھ اس کی دوسری صفت الرحیم آئی ہے کہ ہر نبی کی تعلیم و تبلیغ کے نتیجے میں جو لوگ ایمان لائے تو اللہ سبحانہٗ ان کے لیے الرحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخشے گا، انہیں دنیا و

آخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ان دونوں صفات کی جلوہ گری پائی جاتی ہے۔

اہلِ نخوت ورعونت کی تہدید

قصہ موسیٰ علیہ السلام و بنی اسرائیل کو سورۃ القصص[35] میں نئے سیاق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اُس کے سیاق کی نشان دہی تفسیر 'معارف القرآن' کے مصنف مفتی محمد شفیعؒ نے یوں کی ہے۔ پہلی سورت کی طرح اس سورت کے شروع میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اولاً اجمالاً ذکر کیا اور ثانیاً اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا، جس سے مقصود رسالت محمدیہ کا اثبات اور منکرین نبوت اور اہل نخوت ورعونت کی تہدید ہے دور تک اسی طرح سلسلہ کلام چلا گیا اور جس طرح سورۂ نمل میں انبیاء کرام کے قصوں کے بعد دلائل توحید کا ذکر فرمایا اور پھر اثبات معاد اور تذکیر آخرت پر سورت مذکورہ کو ختم فرمایا۔ اسی طرح اس سورت میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مفصل قصہ کے بعد اوّل دلائل توحید کا ذکر فرمایا اور پھر تذکیر آخرت اور توحید الوہیت پر سورت کو ختم فرمایا۔ گزشتہ سورت کی طرح اس سورت کا آغاز بھی حقانیت قرآن سے فرمایا جو رسالت محمدیہؐ کی سب سے واضح اور روشن دلیل ہے اور فرعون کا قصہ ذکر کیا جس سے اہل نخوت ورعونت کی تہدید مقصود ہے کہ متکبرین کو چاہیے کہ فرعون کے قصہ سے عبرت پکڑیں کہ جس نے بنی اسرائیل کو ضعیف اور کمزور سمجھ کر ظلم و ستم میں کسر نہ اُٹھا رکھی اور اپنی وقتی طاقت کے غرور میں خدا کے حکم اور اس کی تاخیر اور مہلت سے غافل رہا اس کا جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح قریش مکہ کو چاہیے کہ مسلمانوں کو ضعیف اور کمزور سمجھ کر خدا کی گرفت سے بے خوف نہ ہو جائیں[36]۔"

مردِ مومن کی جرأت سے سبق

سورۂ غافر[37] میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اُن کفار کا ذکر کیا جن پر عذاب اور ہلاکت مسلط ہوئی۔ اب اسی مناسبت سے رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ ظالموں کو عذاب سے ہلاک کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد قومِ فرعون کے ایک مرد مومن کا موقف، اپنی قوم کو اُس کی نصیحت اور سرکشی سے باز آجانے کی ترغیب ہے۔ اس سورۃ میں مردِ مومن کے کردار کو سراہا گیا ہے جس میں دوسروں کے لیے جرأت و ہمت کا سبق ہے کہ حالات خواہ کیسے ہوں، حق بات کہنے کے لیے ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

انکارِ آخرت کا انجام

سورۃ الدخان[38] میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ آیا ہے۔ وہاں کی متعلقہ آیات کے ربط کو نمایاں کرتے ہوئے "تدبر قرآن" کے مصنف نے لکھا ہے کہ "اس دن کو یاد رکھو، جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ 'بڑی پکڑ' سے مراد قیامت کی پکڑ ہے۔ اس دنیا میں قوموں کی جو گرفت ہوتی ہے۔ وہ قیامت کے مقابل میں بہر حال چھوٹی ہوتی ہے۔ قیامت کی پکڑ ابدی اور دائمی ہوگی اور اس دن تمام مجرموں سے اللہ تعالیٰ پورا پورا انتقام لے گا۔ آگے اس بات کی تاریخی دلیل پیش کی گئی ہے، جو اوپر کے پیرے میں بیان فرمائی گئی ہے۔ قریش کی تنبیہ کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت کا اتنا حصہ بالاجمال سنادیا گیا ہے جس سے ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ فرعون نے خدا کے رسول کے ساتھ جو چال چلی تھی وہی چال قریش کے فراعنہ بھی خدا کے رسول کے ساتھ چل رہے ہیں۔ فرعونیوں کو اللہ نے ان کی چالوں کی سزا دی اور ان کا سارا غرور پامال ہو کر رہ گیا۔ اسی طرح یہ لوگ بھی خدا کی پکڑ میں آجائیں گے۔ اگر یہ اپنی روش سے باز نہ آئے۔"[39]

نتائج

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں کہ قصصِ قرآنی میں سیاقِ کلام اور ربط و مناسبت کا پہلو موجود ہوتا ہے خواہ وہ سرسری مطالعہ سے ظاہر ہو یا غور و فکر کرنے کے بعد سمجھ میں آئے۔ قرآنِ حکیم چونکہ خالق کا کلام ہے، اس لیے اس کے محاسن کا احاطہ مخلوق کے بس میں نہیں ہے۔

بعض لوگ کج فہمی سے قرآن حکیم پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں قصے بار بار کیوں بیان کیے گئے ہیں یا کسی ایک ہی جگہ پر مکمل واقعہ کیوں بیان نہیں کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید ایک موقع پر نازل ہونے والی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ تقریباً تیئس برس میں تدریج کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ اس تدریجی نزول میں کئی حکمتیں تھیں جیسے اسے حفظ کرنا، اس کی تعلیمات پر عمل کرنا، زیادہ اہم امور کو بار بار مختلف طریقوں سے بیان کرنا، مخاطبین کی نفسیات کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں دین کی دعوت دینا اور ہر قسم کے حالات و واقعات کے مطابق ہدایت و رہنمائی کا ہونا۔ پھر قرآن میں صرف انہی قصص کو بیان کیا گیا ہے جن سے اہلِ عرب آشنا تھے اور جن کے بارے میں اہلِ کتاب سے معلومات حاصل کر سکتے تھے۔ انسانی طبائع قصہ گوئی میں دلچسپی لیتی ہیں اور قصے کے کرداروں سے ہدایت، نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔

قصص کو بار بار بیان کرنے کے باوجود ان میں وہ تکرار نہیں پایا جاتا جو کلام کا عیب شمار ہوتا ہے۔ بلکہ یہ قرآن کا اعجاز ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت ہے کہ اس نے کسی قصے کو مکرر لانے کے باوجود اسے ایسے سیاق و ربط کے

ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ ہر جگہ نئی تازگی اور جدید روشنی کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ ان قصوں میں کہیں نبی کریم ﷺ کے لیے اطمینانِ قلب کا سامان بہم پہنچایا گیا، کہیں مشرکین کو تنبیہ کی گئی، کہیں یہود و نصاریٰ کے باطل عقائد کی اصلاح ہوئی، کہیں آزمائشوں کا ذکر ہوا تاکہ رہتی دنیا تک انسانوں کو ان کے قصص کی بدولت صبر و شکر کی تلقین ہوتی رہے اور وہ صحیح راہِ حیات پر گامزن ہوں۔ ان واقعات میں بار بار عقائد و اصول دین کا ذکر کر کے انہیں دلوں میں راسخ کیا گیا ہے جس سے ایک نیک اور صالح معاشرے کی تشکیل میں بہت مدد ملتی ہے۔

سفارشات

قرآن کریم چونکہ ہماری فوز و فلاح اور صلاح و اصلاح کا ضامن ہے، لہذا اس کی تفہیم وافہام کیلئے تراجم کے ساتھ ساتھ آیات و سور کے باہمی ربط اور وسیاقِ کلام کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ان کے ذریعے کلام کی تفہیم بہتر انداز میں کی جاسکتی ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین کرام نے تفاسیر میں جابجا ربطِ آیات اور سیاق کلام کے پہلوؤں کی طرف اشارہ کیاہے۔ اس ضمن میں تفاسیر سے ہٹ کر قرآن میں زیر بحث موضوعات پر زیر مطالعہ آرٹیکل کی طرح مواد مرتب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قارئین مستفید ہو سکیں اور قرآن کے اعجاز سے واقف ہو سکیں کہ یہ وہ کلام ہے جس کی مثل کوئی اور نہیں۔

دور جدید کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عربی زبان کی طرح دوسری زبانوں میں بھی اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت ہے۔ قرآن میں تدبر، تفکر اور تعقل ضروری ہے۔ لیکن اس سلسے میں افراط و تفریط سے بچنا ضروری ہے۔ ربطِ آیات اور سیاق کلام کے حوالے سے بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ایسی توضیح و تشریح نہ کی جائے جو وحی الٰہی سے متصادم ہو۔

حوالہ جات

1 القرآن، ۲:۳۰-۳۸

Al- Qurān 2: 30-38

2 القرآن، ۷:۲۵-۳۸

Al- Qurān 7:11-25

3 القرآن، ۱۵:۲۶-۴۴

Al- Qurān 15:26-44

4 القرآن، ۱۷:۶۱-۶۵

Al- Qurān 17:61-65

5 شعراوی، محمد متولي، تفسیر الشعراوی، (أخبار الیوم، س۔ن۔)، ۱۴:۸۹۳۳

Sha‘rāwī, Muḥammad Mutawallī, Tafsīr al-Sha‘rāwī, (Akhbār al-Yawm),14:8933

6 القرآن، ۲۰:۱۱۵-۱۲۳

Al- Qurān 20: 115-123

7 النیسابوری نظام الدین الحسن بن محمد، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۶ھ)، ۴:۵۷۶

Nīsābūrī, Niẓām al-Dīn al-Ḥasan ibn Muḥammad, *Gharā'ib al-Qur'ān wa-raghā'ib al-furqān*,(Bayrūt:Dār al-Gharb al-Islami, 1415H),4:576

8 القرآن، ۷:۵۹-۶۴

Al- Qurān 7:59-64

9 القرآن، ۱۱:۲۵-۴۸

Al- Qurān 11: 25-48

10 الزحیلی، وھبۃ بن مصطفٰی، د، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنھج، (دمشق: دارالفکر، ۱۴۱۸ھ)، ۱۸:۳۳

Zuḥaylī, Wahbah Bin Mustafa, Tafsīr al-munīr fī al-‘aqīdah wa-al-sharī‘ah wa-al-manhaj, (Dimashq:Dār al-Fikr,1418H),18:33.

11 القرآن، ۲۶:۱۰۵-۱۲۲

Al- Qurān 26: 105-122

12 القرآن ۳۷، ۱۰۵-۱۲۲

Al- Qurān 37: 105-122

13 ابوالسعود العمادی محمد بن محمد بن مصطفی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، (یروت: دار إحیاء التراث العربی، س۔ن۔) ۷:۱۹۵

Abū al-Su‘ūd, Muḥammad ibn Muḥammad, Tafsīr Abī al-Su‘ūd aw Irshād al-‘aql al-salīm ilá mazāyā al-Kitāb al-Karīm,(Bayrūt:Dār Alturas) 7:195.

[14] القرآن،۲:۱۲۴-۱۳۲

Al- Qurān 2: 124-132

[15] القرآن،٦:۷۴-۸۳

Al- Qurān 6:74-83

[16] ابن عاشور، محمد طاھر ، التحریر والتنویر،(بیروت:مؤسساۃالتاریخ،۱۹۸۴ء)۷:۳۱۰

Ibn ʻĀshūr, Muḥammad al-Ṭāhir, *Tafsīr al-Taḥrīr wa-al-tanwīr*,(Bayrūt: Mu'assasat al-Tārīkh, ,1984), 7:310

[17] القرآن،۱۴:۳۵-۴۱

Al- Qurān 14:35-41

[18] القرآن،۲۱:۵۱-۷۰

Al- Qurān 21: 51-70

[19] طنطاوی، محمد سید، التفسیر الوسیط، للقرآن الکریم، (القاهره:دار المعارف،١٩٩٨ ء) ٩:٢٢٠

Al- aṭ- Tạntạ̄wī, Muhammad Syed, *At- Tafsīr al-wasīṭ lil-Qur'ān al-karīm* (al-Qāhira:Dar al-Maarif, 1998), 9:220

[20] القرآن،۳۷:۸۳-۱۱۳

Al- Qurān 37: 83-113

[21] القرآن،۷:۸۵-۹۳

Al- Qurān 7:85-93

[22] القرآن،۱۱:۸۴-۹۵

Al- Qurān 11:84-95

[23] القرآن،۱۵:۷۸-۸۴

Al- Qurān 15: 78-84

[24] کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، معارف القرآن،(پاکستان، مکتبہ المعارف،۱۴۲۲ھ)،۴:۳۱۰

Kāndhelvi, Muhammād Idress, Mwlānā, *Mārf āl Qurān*, (Paksitan: Maktabah Al-Mārif ,1422H) 4:310

[25] القرآن،۲٦:۱۷٦-۱۹۱

Al- Qurān 26: 176-191

[26] القرآن،۲:۴۰-۱۴۲

Al- Qurān 2: 40-142

[27] القرآن،۵:۱۲-۲٦

Al- Qurān 5:12-26

[28] عبدالحمید سواتی، مولانا، معالم العرفان فی درس القرآن،(پاکستان، مکتبہ دروس القرآن،۲۰۰۸ء)٦:۱۱۴

Aʿbdālḥmyd swāty, Mwlānā, *Mālm ālʿrfān fy drs āl Qurān*, (Pakistan: mktbah drws āl Qurān, 2008) 6:114

[29] القرآن،۷:۱۰۳-۱۷۱

Al- Qurān 7: 103-171

30 القرآن، ۱۰:۷۵-۹۳

Al- Qurān 10: 75-93

31 الزحیلی، وھبۃ بن مصطفیٰ، د، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، ۱۱:۲۳۵-۲۳۶

Zuḥaylī, Wahbah Bin Mustafa, Tafsīr al-munīr fī al-‘aqīdah wa-al-sharī‘ah wa-al-manhaj, 11: 235-236

32 القرآن، ۲۰:۹-۹۸

Al- Qurān 20: 9-98

33 القرآن، ۲۶:۱۰-۶۸

Al- Qurān 26: 10-68

34 رازی، فخر الدین، ابوعبداللہ محمد، مفاتیح الغیب، د (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ)، ۲۲:۱۵

Rāzī, Fakhr al-Dīn, bū ʿabd Allāh Muḥammad, *Mafāṭīḥ al-ghayb*, (Bayrūt : Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1420H), 22:15

35 القرآن، ۲۸:۳-۴۶

Al- Qurān 28: 3-46

36 محمد شفیع، مفتی، مولانا، معارف القرآن، (کراچی، ادارۃ المعارف)، ۶:۱۹-۲۰

Muhammād Idress, Mwlānā, *Mārf āl Qurān*, (Karachi: Idaraht Al-Mārif , 1422H) 6:19-20

37 القرآن، ۴۰:۲۳-۴۵

Al- Qurān 40: 23-45

38 القرآن، ۴۴:۱۷-۳۳

Al- Qurān 44: 17-33

39 اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، (لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ۷:۲۶۲

ndyšn. 2009), ؘIslāhī, āmyn āḥsn, Mwlānā, *tdbr āl Qurān*, (Lahore: fārān fāw 7:262